مسلم سپین اور اس عہد کے فن تعمیر کی نمایاں خصوصیات

(۷۱۱ء تا ۱۴۹۸ء) ایک تحقیقاتی مطالعہ

سید محمد آصف علی رضوی

بنو امیہ دمشق کا دور خلیفہ ولید بن عبدالمالک (۸۵ھ تا ۹۶ھ) اور عمر بن عبدالعزیز[1] (۹۹ھ تا ۱۰۱ھ) کی بنا پر شہرت دوام رکھتا ہے۔ ولید بن عبدالمالک کے زمانے میں عسکری کامیابیوں کی کیفیت یوں ہے کہ ترکستان میں قتیبہ بن مسلم پیش قدمی کرتا ہوا خاقان چین سے نبرد آزما ہے اور دوسری طرف محمد بن قاسم ہند کے بت کدوں میں توحید کا پرچم سربلند کر رہا ہے۔ ایک طرف مسلمانوں کا بحری بیڑہ روم کے عیسائی بیڑے کو تاخت و تاراج کر کے بحیرہ روم پر قابض ہو رہا ہے تو دوسری طرف موسیٰ بن نصیر نے سرکش بربر قوم کو اپنے قابو میں کر لیا ہے۔ غرضیکہ چار دانگ عالم میں اس کی فوجیں کامیابی و کامرانی کے جھنڈے گاڑ رہی ہیں۔[2] اس پس منظر میں زرخیز و شاداب اور وسیع و عریض ملک سپین بھی ان کی شمشیر زنی سے کس طرح بچ سکتا تھا خصوصاً'' جبکہ وہ سیاسی بدنظمی' باہمی انتشار اور طوائف الملوکی کا شکار تھا۔ اسی زمانے میں یعنی رجب المرجب ۹۲ھ بمطابق ۷۱۱ء میں مسلمانوں نے طارق بن زیاد کی سرکردگی میں ایک ساحلی پہاڑی جنوبی راس پر قدم رکھا جس کا نام لائزز راک تھا اور جو بعد ازاں جبل الطارق کے نام سے موسوم ہوئی۔ تاریخ کے راویوں کے مطابق طارق کے پاس ۷۰۰۰[3] فوج تھی جبکہ بعض اس کی تعداد ۱۲۰۰۰[4] بتاتے ہیں۔ بہرحال اس کے مقابلے میں شاہ ہسپانیہ کے نامور جرنیل تھیوڈ میر نے اپنی مہارت اور جنگی حکمت عملی سے طارق کا مقابلہ کرنا چاہا لیکن اسے بری طرح ناکامی ہوئی اور اس نے بادشاہ کو ایک خط لکھا جس میں درج تھا کہ آپ کی ذات ہی حملہ آوروں کا مقابلہ کر سکتی ہے۔ میں نہیں جانتا یہ حملہ آور لوگ کون ہیں' کہاں سے آئے ہیں۔ آیا آسمان سے اترے ہیں یا زمیں سے نکل آئے ہیں۔[5] اپنے سپہ سالار کا یہ خط پڑھ کر شاہ لرزیق ملک بھر کے نامور شہ سواروں اور ایک لاکھ فوج کے ساتھ وہاں آ پہنچا۔ شہر ''شزدنہ'' سے متصل ''لاجھنڈا'' کی جھیل کے قریب ایک چھوٹی سی ندی کے کنارے ۲۸ رمضان المبارک ۹۲ھ' بمطابق ماہ جولائی ۷۱۱ء کو دونوں

فوجوں کا آمنا سامنا ہوا۔ ایک ہفتہ تک دونوں فوجیں ایک دوسرے کے مقابل خیمہ زن رہیں۔ ۵ شوال ۹۲ھ بمطابق جولائی ۷۱۱ء کے فیصلہ کن معرکہ میں شاہ لرزیق کے قدم اکھر گئے وہ فرار ہونے میں کامیاب ہوگیا۔ نتیجتاً سپین بھی مسلم حکومت کا حصہ بن کر دمشق کا ایک صوبہ قرار پایا۔ یہ صوبہ شذونہ حض المدود، شہر قرزونہ، اشبیلیہ، شہر استجہ، قرطبہ، مالقہ، قلعتہ النہر (مدینتہ المائدہ)، طلیطلہ، وادی الحجارہ، البیرہ، اریونہ، ریہ، اشتورقہ، مادرہ، لبہ، باجہ، سرقسطہ، برشلونہ، طرکونہ، جرند، حصن اویتون کے علاوہ فرانس کے شہر بشکس اور شہر بیرنگ تک پھیلا ہوا تھا۔

خلیفہ ولید بن عبدالملک کی طلبی پر موسیٰ بن نصیر اور طارق بن زیاد ماہ ذوالج ۹۵ھ بمطابق ۷۱۳ء میں واپس بلا لئے گئے۔ اور سپین کے انتظام و انصرام کے لئے عبدالعزیز بن موسیٰ کا تقرر بطور والی ہوا۔ سپین کی حیثیت بطور صوبہ ۴۴ سال رہی اور اس کے آخری والی یوسف الفہری (۱۲۹ھ تا ۱۳۹ھ بمطابق ۷۴۷ء تا ۷۵۷ء) تھے۔ اس دوران ۲۲ والی مقرر ہوئے۔[6] مقننہ عدلیہ اور انتظامیہ کا وہی ڈھانچہ تھاجو اموی خلافت دمشق کا تھا۔ چنانچہ اس دوران میں سرکاری عمارات، مدارس و مساجد اور سرائیں تعمیر ہوئیں، لیکن کوئی ایسی جدت یا خوبصورتی اور رعنائی پیدا نہ ہوئی جو فن تعمیر کے ضمن میں قابل ذکر ہو۔ البتہ عبدالعزیز بن موسیٰ کے محل کی تعمیر، سمح بن مالک خوالانی (۱۰۰ھ تا ۱۰۳ھ بمطابق ۷۱۸ء تا ۷۲۱ء) کے زمانے میں پل قرطبہ کی تعمیر اور توسیع اور جنوبی فرانس کے شہر سپٹمینیا کے قرب و جوار کی فصیلوں کی مرمت و توسیع کا سراغ ملتا ہے۔ امیر عنبہ بن سحیم کلبی (۱۰۳ھ تا ۱۰۷ھ بمطابق ۷۲۱ء تا ۷۲۵ء) کے زمانے میں افریقہ سے آنے والے بربر قبائل کی آبادکاریوں کے لئے بستیوں کے بسانے کا حال ملتا ہے۔ اس طرح عقبہ بن حجاج سلولی (۱۱۶ھ تا ۱۲۱ھ بمطابق ۷۳۴ء تا ۷۳۹ء) نے جنوبی فران سکے مفتوحہ علاقے پر دریائے اوینون (Ovinoon) کے کنارے پر مسلم چھاؤنیوں کی تعمیر کرائی۔ اشتورقہ اور جلیقیہ میں مسلم آبادیوں کی تعمیر بھی اسی دور میں ہوئی۔ ابو الخطار حسام بن ضرار کلبی (۱۲۵ھ ۱۲۸ھ بمطابق ۷۴۳ء تا ۷۴۶ء) کے زمانے میں محصور[7] شامیوں کو آباد کرنے کے لئے جو نئی بستیاں بسائی گئیں وہ بھی مسلم دور کے فن تعمیر کا ایک حصہ تھیں۔

۱۳۲ھ بمطابق ۷۳۹ء میں زاب کے میدان میں آخری خلیفہ مروان ثانی کے قتل اور نتیجتاً عباسی تحریک[8] کی کامیابی نے جہاں امویوں کو دمشق سے ہمیشہ کے لئے بے دخل کر دیا وہاں

سر زمین سپین میں ان کو حیات نو ملی۔ اموی خاندان کا ایک شہزادہ عبدالرحمان بن معاویہ بن ہشام ایک طویل جدوجہد[9] کے بعد ۱۳۷ھ میں افریقہ میں اپنے ننھیالی قبیلہ انفرہ میں جا پہنچا۔ بعد ازاں اس نے سپین میں اپنے حامیوں اور مددگاروں سے رابطہ قائم کیا اور ایک سال کی مسلسل کوششوں[10] کے بعد بالآخر یکم شوال ۱۳۸ھ کو کوہ زیر کی عید گاہ میں الریہ کے تمام قبائل یمن و قصاعہ نے بیعت کے ذریعے عبدالرحمان بن معاویہ المعروف عبدالرحمان الداخل کو اپنا امیر بنا لیا۔

امیر عبدالرحمان الداخل کا دور ۱۳۸ھ تا ۱۷۱ھ بمطابق ۷۵۵ء تا ۷۸۷ء ہے۔ اس نے اپنے دور میں نہ صرف ہر قسم کی بغاوتوں کا قلع قمع کر کے ایک عظیم الشان مسلم حکومت کا آغاز کیا' بلکہ مغرب میں ایک ایسی تہذیب و تمدن کی بنیاد ڈالی جو قرون وسطیٰ میں اپنے وقت کی اعلیٰ ترین تہذیب قرار دی گئی۔ اس تہذیب میں تشکیل پانے والے نظام حکومت کے دوران صنعت و حرفت میں پیش قدمی' سائنسی اور ادبی علوم کی ترویج و اشاعت اور مختلف النوع علوم و فنون کا ارتقا اسپین کی اسلامی ثقافت کا سب سے روشن باب بن گئے۔ بالخصوص فن تعمیر نے یگانہ روزگار حیثیت حاصل کر لی۔

عبدالرحمان الداخل کو جب بغاوتوں اور یورشوں سے اطمینان نصیب ہوا تو اس نے اپنے دارالحکومت قرطبہ کی عظمت بڑھانا شروع کی۔ چنانچہ اس کی بنیادوں کو مستحکم کیا اور فصیلوں کو مضبوط کیا۔ عمارتوں کی از سرنو تعمیر کی۔ اپنی رہائش کے لئے اس نے قصر شاہی کو' جو سابق بادشاہ کی رہائش گاہ تھا' منہدم کرا کے قصر کبیر کے نام سے از سرنو تعمیر کیا۔ اس طرح دمشق کے باغ رصافہ کی طرز پر ایک تفریح گاہ بنوائی۔[11] اس کی تعمیرات میں سب سے زیادہ پرشکوہ مسجد قرطبہ ہے۔ امیر عبدالرحمان سے قبل قرطبہ کے بڑے گرجا شنت نبجیت کے نصف حصہ کو جامع مسجد میں تبدیل کر لیا گیا۔ لیکن جوں جوں آبادی بڑھتی گئی مسجد میں وسعت کی ضرورت بڑھتی گئی۔ امیر عبدالرحمان نے ان حالات کی بنا پر فیصلہ کیا کہ پورے گرجاگھر کو ہی منہدم کر کے مسجد تعمیر کی جائے۔ چنانچہ امیر عبدالرحمان نے عیسائیوں کو پیغام بھیجا کہ وہ گرجے کا بقایا حصہ فروخت کر دیں۔ عیسائیوں نے ایک لاکھ دینار سرخ اور تمام مسمار شدہ گرجوں کی تعمیر نو کی اجازت پر اس کو فروخت کر دیا۔[12] مشہور مورخ ڈوزی کی تحقیقی کتاب Islam Spanish جو ۱۸۶۱ء میں لکھی گئی کے مطابق اس زمانے میں ایک لاکھ دینار سرخ ۴ لاکھ ۴۴ ہزار پونڈ[13] بنتے تھے۔ چنانچہ اس حساب سے موجودہ قیمت کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ اس تعمیر پر مزید ۸۰ ہزار دینار

سرخ خرچ ہوئے اور امیر عبدالرحمان نے وہاں ۱۷۰ھ میں نماز جمعہ پڑھائی۔ نیز اس مسجد کے ساتھ عالیشان مدرسہ بھی قائم کیا جس کی عظیم الشان عمارت میں چونے، مٹی اور پتھر کا استعمال ہوا۔ اس کے زمانے میں دور موالی میں قائم ہونے والے وادی الکبیر کے پل کی از سر نو تعمیر ہوئی۔ امیر عبدالرحمان الداخل کی وفات کے بعد اس کا بیٹا ہشام بن عبدالرحمان (۱۷۱ھ بمطابق ۷۸۷ء) اپنے باپ کا وارث قرار پایا بلا شبہ اس کو عالم باعمل، علامہ وقت، امام دوراں اور فقیہ زماں کہا جا سکتا ہے۔ وہ بنو امیہ دمشق کا عمر بن عبدالعزیز ثانی کہلایا۔[۱۴] اپنی صالح فطرت اور فن تعمیر کے موروثی رجحان کے باعث مسجد قرطبہ میں گراں قدر اور خوبصورت اذان دینے کے مینارہ کا اضافہ ہوا۔[۱۵] اربونہ کا خمس اس مقصد پر صرف کیا گیا۔ اس طرح اربونہ کی بلند و بالا فصیل کو مسمار کرانے کے بعد شہر والوں کو یہ سزا ملی کہ وہ فصیل شہر کے ملبہ کو قرطبہ پہنچائیں، جس سے یادگار کے طور پر ایک نہایت خوبصورت مسجد قرطبہ کے باب الجناء کے قریب تعمیر کرائی۔ قصر کبیر کی خوبصورتی کو مزید بڑھایا۔ وادی الکبیر کے پل کو مزید وسیع کیا اور اس کے نقش و نگار میں اضافہ کیا۔ عیسائیوں کو جارحیت سے روکنے کے لئے اور باغیوں اور سرکشوں سے نمٹنے کے لئے اس دور میں کئی قلعے اور فوجی چھاؤنیاں تعمیر کی گئیں۔

ہشام بن عبدالرحمان کے انتقال کے بعد اس کا بیٹا حکم اول ۱۸۰ھ بمطابق ۷۹۶ء میں تخت پر بیٹھا۔ اس کے دور میں جنگی مقاصد کے لئے بنائی جانے والی عمارتوں کا سراغ ملتا ہے۔[۱۶] طلیطلہ کے مسئلہ کو حل کرنے کے لئے اس نے طلیطلہ کے نواح میں ایک نیا شہر بنایا، جس میں فوجی چھاؤنیاں، سرکاری دفاتر اور سرکاری عمال کی رہائش گاہیں تعمیر کی گئیں۔ اس طرح اپنی ذاتی حفاظت کے لئے اس نے دو ہزار سوار رکھے۔ ان کے لئے اس نے قصر شاہی کے ساتھ دو چھاؤنیاں تعمیر کرائیں۔[۱۷]

امیر حکم اول کا جانشین امیر عبدالرحمان دوم (۲۰۶ھ تا ۲۳۸ھ بمطابق ۸۲۱ء تا ۸۵۳ء) طبعاً حسن پرست اور نفاست پرست تھا۔ نیز فنون لطیفہ سے رغبت رکھتا تھا۔ اس کے جمالیاتی ذوق کا اظہار اس کے دربار، نشست و برخاست اور اس کی تعمیرات سے بخوبی ہوتا ہے اس کے زمانے میں خوبصورت حمام، حوض اور فوارے شہر کے حسن کو نکھارتے رہتے تھے۔ ان فواروں میں بڑے اہتمام کے ساتھ چشمے سے پانی مہیا کیا گیا تھا۔ جا بجا سڑکوں کا جال بچھایا گیا۔ خوبصورت سرائیں بنوائیں گئیں۔ دریاؤں پر پل بنوائے گئے۔ شہروں کے گرد فصیلیں تعمیر کی گئیں۔ قصر الکبیر کی خوبصورتی میں بیش بہا اضافہ کیا۔

مسجد قرطبہ کے حسن کو اس طرح دوبالا کیا' کہ بقول لین پول نئے سلطان نے قرطبہ کو رشک بغداد بنا دیا۔ اس نے باغات لگوائے' پل بنوائے اور قرطبہ کو مسجدوں اور عالیشان عمارتوں سے زینت بخشی۔[۱۸] شاہی محل میں مشاورتی کونسل کی رعنائی اور خوبصورتی قابل دید تھی سرکاری عمارتیں وسیع اور کشادہ بنائی گئیں تھیں۔ باغ رصافہ اسی کے دور میں تقریباً" مکمل ہوا اشبیلیہ کی فصیل کو اسی دور میں مستحکم کیا گیا۔ اسی نے جیان میں ایک عظیم الشان مسجد تعمیر کرائی۔[۱۹]

امیر عبدالرحمان کا جانشین محمد بن عبدالرحمان ۲۳۸ھ تا ۲۷۳ھ بمطابق ۸۵۳ء تا ۸۸۶ء کا دور ۳۳ سال پر محیط ہے' لیکن اس کا دور عیسائیوں کی شورشوں اور قبائلی خانہ جنگی کا دور ہے۔ اس وجہ سے حسن پرست ہونے اور ذوق جمالیات رکھنے کے باوجود فن تعمیر میں پیش رفت نہ ہو سکی' جو اس کے پیش رو حکمران کر گئے تھے' البتہ اس دور میں جامع مسجد قرطبہ کی تکمیل ہوئی۔ باغ رصافہ بھی اسی کے دور میں مکمل ہوا۔ اس زمانے میں اگر عبدالرحمان جیسا سکون اور اطمینان ہوتا' تو محمد بن عبدالرحمان کے ذوق جمالیات اور فن تعمیر کے رجحان کو دیکھتے ہوئے یہ کہا جا سکتا ہے کہ اس کا دور بھی تعمیرات کے حوالے سے شہرت پاتا۔ محمد بن عبدالرحمان سے لے کر عبدالرحمان سوئم (۳۰۰ھ تا ۳۵۰ھ بمطابق ۹۱۲ء تا ۹۶۱ء) سے قبل کا زمانہ تقریباً" ۷۰ سال پر محیط ہے۔ اس میں باہمی خلفشار اور افراتفری کی بنا پر فن تعمیر پر خاص توجہ نہ دی جا سکی' لیکن عبدالرحمان سوئم نے اپنی حکمت عملی' ارادے کی بلندی اور شجاعت و جوانمردی سے تمام مشکلات پر قابو پا لیا۔[۲۰] جس وقت خلیفہ عبدالرحمان کی حکومت اندرونی و بیرونی خطرات سے محفوظ ہو گئی' تو اس نے تعمیرات کی طرف توجہ کی۔ عوامی فلاح و بہبود کے لئے حمام' سرائے' ہسپتال' مساجد' مدارس' خانقاہیں اور سرکاری دفاتر کی عمارات بنوائیں۔ اپنی ملکہ کے نام پر قصر الزہرہ تعمیر کرایا۔ اس کے قریب ایک خوبصورت محل سرا تعمیر کروائی' جس کا نام دارالروفہ رکھا۔ محل سرا کے باہر مینار ناعورہ نام حمام تیار کروایا' جس میں پہاڑ کی بلند چوٹی سے پانی لایا گیا۔ وسیع و عریض باغات بنوائے' جن میں جانوروں کو رکھنے کے لئے جالیاں اور مکانات مع سائبان اس قدر وسیع بنوائے کہ ہر جانور اس فضا اور ماحول میں طبعی طور پر رہ سکتا تھا۔[۲۱]

مسجد قرطبہ کی خوبصورتی اور نمازیوں کی سہولت کے لئے اس نے مسجد کی نارنگی والے صحن میں ایک بلند و بالا مینار تعمیر کرایا۔ سورج کی تمازت سے محفوظ رہنے کے لئے صحن میں ایک وسیع و عریض

اور خوبصورت شامیانہ لگوایا۔ الغرض اس زمانے میں مسجد بہت پر شکوہ تھی۔[۲۲]

عظیم خلیفہ عبدالرحمان سوئم کا جانشین الحکم ثانی (۳۵۰ھ تا ۳۶۶ھ بمطابق ۹۶۱ء تا ۹۷۶ء) اپنے باپ کی طرح ایک بلند مرتبت حکمران اور اعلیٰ جمالیاتی ذوق کا حامل حکمران تھا۔ اگرچہ اس کی وجہ شہرت ایک علم پرور حکمران کی ہے لیکن اس کے ذوق علمی نے اس کو عوامی فلاح و بہبود کے کاموں سے بیگانہ نہیں کیا۔ اس کے محض ۱۵ سالہ عہد میں ملک میں تمام سڑکوں کی از سر نو تعمیر کی گئی، جن کے کنارے درخت، کنویں، چشمے اور سرائیں راہ گیروں کی سہولت کی خاطر تعمیر کرائے گئے۔ غرباء اور کم آمدنی والے لوگوں کے لئے سرکاری رہائش گاہیں، ہسپتال، تفریح گاہیں قائم کیں اور باغات لگوائے۔ خلیفہ کو باغات لگوانے کا اس قدر شوق تھا کہ دارالخلافہ میں ہر رہائشی کو حکماً" پابند کر دیا تھا کہ وہ اپنی رہائش گاہ میں باغیچہ ضرور لگوائے۔ لین پول نے لکھا ہے کہ وہ شاہی باغ میں اپنے ہاتھ سے کام کرتا اور جامع مسجد قرطبہ میں ایک مزدور کی طرح مصروف رہتا۔ اس کو اپنے آباؤ اجداد کی طرح تعمیرات سے خاص دلچسپی تھی جس کا اظہار اکثر و بیشتر مختلف تعمیرات کی شکل میں ہوتا رہتا تھا۔ کتب بینی کے علاوہ اس کو تعمیرات کا اس قدر شوق تھا کہ اس شوق نے بڑھتے بڑھتے اس میں فن تعمیر کا ایک خاص مذاق پیدا کر دیا تھا۔ جامع مسجد قرطبہ میں خوبصورتی اور رعنائی پیدا کی۔ اس کے صحن میں پھولوں کا نہایت خوبصورت باغیچہ لگوایا۔ وضو کے لئے پہاڑوں سے پانی کی ترسیل کا انتظام کیا، اس مقصد کے لئے سیسہ، تانبا اور کہیں کہیں سونے اور چاندی کی پائپ لائن بچھائی گئیں۔ ذخیرہ آب کے لئے چار حوض لاجوردی، سبزالوردی وغیرہ رنگوں کے سنگ مرمر سے بنوائے۔ ایک خاص مقصورہ اپنے لئے بنوایا جہاں تنہا بیٹھ کر عبادت کرتا تھا۔ سات سال کی محنت میں ایک بہت خوبصورت خالص صندل کا منبر[۲۳] تیار کرایا۔

الحکم ثانی کی عمارت میں درس گاہوں اور عوامی کتب خانوں کی عمارات بھی بطور خاص شہرت رکھتی ہیں۔ تقریباً" ہر شہر میں حکومت نے کتب خانے بنوائے، جس میں قارئین اور مطالعہ کرنے والوں کو زیادہ سے زیادہ سہولتیں باہم پہنچانے کے لئے وسیع و عریض کمرے، سواریاں کھڑی کرنے کے لئے بڑے بڑے قطعات اور جانوروں کو موسم کی سختیوں سے محفوظ رکھنے کے لئے معقول انتظامات موجود تھے۔ نیز صاف ستھرے غسل خانے، آرام دہ اور ٹھنڈی سبیلیں ہر کتب خانے کا لازمی حصہ تھیں۔ جامعات کی عمارات پر الحکم ثانی نے خصوصی توجہ دی، چنانچہ جامع قرطبہ اشبیلیہ اور مالقہ کی جامعات کی

عمارات کی اس دور میں مرمت بھی ہوئی اور توسیع بھی اور حکومت کی طرف سے کوششیں کی گئی کہ زیادہ سے زیادہ مراعات اساتذہ اور طلباء کو فراہم کی جائیں۔ یہ جامعات اقامتی تھیں اور ان میں ہر وہ سہولت طلباء کو حاصل تھی جو موجودہ زمانے میں طلباء کو حاصل ہیں۔

الحکم ثانی نے اپنے بارہ سالہ بیٹے ہشام المؤید کو اپنا جانشین بنایا جس سے زمام اقتدار اس کے اتالیق محمد بن ابی عامر کے پاس چلی گئی جو حاجب المنصور کے نام سے شہرت دوام رکھتا ہے۔ فن تعمیر میں اس کے زمانے میں بے پناہ ترقی ہوئی۔ حاجب المنصور نے عیسائی ریاستوں سے پچاس سے زیادہ لڑائیاں لڑیں اور وہاں سے جو مال غنیمت حاصل کیا' وہ سب کا سب مسجد قرطبہ پر خرچ کر دیا۔ اس کے دور میں جو بھی مسجد کو دیکھتا عش عش کر اٹھتا۔ ۲۳۰ سال میں امویوں کے فن تعمیر نے جس قدر بھی ترقی کی اس کی سب سے بہتر یادگار یہی مسجد تھی۔ بڑے بڑے صناعوں کو اس کی زیبائش کا موقع ملا اور ہر دور کے صناعوں نے اس مسجد کی دیواروں' دروازوں اور پیشانی پر اپنی ہنرمندی کے نقوش ثبت کیے۔[۲۴]

حاجب المنصور نے اپنے مقصد[۲۵] کی تکمیل کے لئے قصر الزاہراہ کے نام پر ایک شہر بنایا' جس کی تعمیر پر چالیس سال خرچ ہوئے۔ اس شہر میں سرکاری دفاتر' امراء اور اعمال کے محلات' باغات' انہار' فوارے' حوض' مساجد' مدارس' خانقاہیں اور شفاخانے بنوائے۔ سپین کے بہترین ہنرمندوں نے اپنے تخیل کو عملی جامہ پہنایا اور ایسی ہنرمندی دکھائی کہ جو بے مثل ہے۔[۲۶] اسی کے عہد حکومت میں وادی الکبیر کے پل پر ایک لاکھ چالیس ہزار دینار[۲۷] سرخ خرچ ہوئے' جس سے نہ صرف رفاہ عامہ کے لحاظ سے اس پل کی افادیت میں اضافہ ہوا بلکہ یہ مسلمانوں کی صناعت مہارت اور علم ہندسہ میں دسترس کا عظیم مظہر بن گیا۔

حاجب المنصور نے دوسرا پل استجہ کا تعمیر کرایا تھا۔ دشوار گذار پہاڑوں کو کاٹ کر پورے ملک میں سڑکوں کا جال بچھایا جن پر دو رویہ پانی کی سبیلیں اور سرائیں تعمیر کروائیں۔ اس دور میں بکثرت فوجی چھاؤنیوں کی تعمیر ہوئی۔ فوجیوں کی رہائش گاہوں میں ہر قسم کی سہولیات مہیا کی گئیں۔

حاجب المنصور کے جانشین نالائق اور غیر ذمہ دار تھے چنانچہ اس کی وفات ۳۹۲ھ بمطابق ۱۰۰۲ء) کے صرف ۲۹ سال بعد ہی بنو امیہ سپین کا نہ صرف خاتمہ ہو گیا بلکہ پورا سپین لامرکزیت کا شکار ہو کر

مختلف ریاستوں میں بٹ گیا۔ بربروں نے جنوبی سپین پر اور صقبالہ نے مشرقی سپین پر قبضہ کر لیا۔

مختلف خاندانوں[۲۸] اور مختلف حکومتوں کا یہ عرصہ پانچ صدیوں پر محیط ہے۔ اگرچہ اس عرصے میں باہمی خانہ جنگی اور طوائف الملوکی کا دور دورہ رہا، لیکن جوں ہی ان حکمرانوں کو موقع ملتا وہ فن تعمیر کی طرف بھرپور توجہ دیتے، جو ان کے ذوق تعمیر اور مسلم صناعوں، کاریگروں اور انجینئروں کی مہارت، عمدہ صلاحیت اور اعلیٰ قابلیت کا مظہر ہے۔

بنو زہری (۱۰۱۲ء تا ۱۰۹۰ء) حکمرانان غرناطہ کے عہد میں تمام تر طوائف الملوکی کے باوجود تعمیرات میں قابل ذکر پیش رفت ہوئی، بالخصوص بادیس بن حبوس (۴۳۱ھ تا ۴۶۶ھ بمطابق ۱۰۳۸ء ۱۰۷۳ء) کے دور میں دریائے دورد پر ایک نہایت خوبصورت پل بنایا گیا۔ بڑی اور عالیشان عمارات، مدارس و مساجد کے لئے بنائی گئیں۔ بادیس کا شاہی محل نہایت وسیع و عریض اور جاذب نظر تھا عمال سلطنت اور امرائے سلطنت کی رہائش گاہیں قابل دید تھیں۔ اس دور میں جامعہ غرناطہ اور اس سے ملحقہ مدرسہ کی عمارت کی دیدہ زیبی قابل ذکر ہے۔

فن تعمیر میں سر قسطہ کے بنی ہود (۴۰۰ھ تا ۵۰۸ھ بمطابق ۱۰۱۰ء تا ۱۱۱۸ء) کا دور بھی قبل ذکر ہے، جو شمالی عیسائی ریاستوں کے قریب تھی۔ یہی وجہ تھی کہ ان کی عمارت میں عیسائی فن تعمیر کی جھلک بہت نمایاں ہے۔ ان کے دور میں تعمیر شدہ سر قسطہ کی جامعہ مسجد کے مینارے بالکل کسی گرجا کے کلس سے مشابہت رکھتے ہیں۔ احمد المقتدر (۴۳۷ھ تا ۴۷۴ھ بمطابق ۱۰۳۶ء تا ۱۰۷۳ء) نے دو محل "دارالسرور" اور "الجعفریہ" بنوائے جن کے آثار آج بھی پائے جاتے ہیں۔ یہ محل خوبصورتی اور وسعت میں بڑی شہرت رکھتے ہیں۔ اس کے علاوہ اس دور میں تعمیر ہونے والے مدارس اور مساجد بھی قابل دید تھے۔ قلعہ ہشبتر کو اس نے تقریباً از سر نو تعمیر کروایا تھا۔

طلیطلہ کے بنی ذوالنون (۴۲۷ھ تا ۴۷۷ھ بمطابق ۱۰۳۵ء تا ۱۰۸۵ء) کے فن تعمیر کے آثار تو آج بھی نظر آتے ہیں۔ اس خاندان کا قابل ترین حکمران یحیی المامون (۴۳۵ھ تا ۴۶۷ھ بمطابق ۱۰۴۳ء تا ۱۰۶۵ء) تھا اس نے نہ صرف سلطنت کی حدود وسیع کیں بلکہ فن تعمیر پر بھی خصوصی توجہ دی۔ اس نے ایک محل قصر مامون کے نام سے تعمیر کرایا۔ اس کا گنبد بڑا مشہور ہوا، جس کے فن تعمیر میں مسلمان صناعوں کی مہارت علوم ہندسہ اور جیومیٹری میں دسترس کی بھرپور عکاسی ہوتی ہے۔ اس کے

علاوہ طلیطلہ میں بسکہ کا دروازہ جو نویں صدی عیسوی[۲۹] کی یادگار ہے اور باب الشمس کا زمانہ گیارہویں صدی بتایا گیا اور جس کے آثار آج بھی موجود ہیں مسلمانوں کے فن تعمیر کی عکاسی کرتا ہے۔

مواحدین کا دور (۵۴۰ھ تا ۶۰۸ھ بمطابق ۱۱۴۳ء تا ۱۲۱۲ء) مسلم دور میں عبدالرحمان ناصر اور حاجب المنصور کے بعد سب سے زیادہ روشن دور ہے۔ اسی خاندان کے ابو یوسف یعقوب (۵۸۰ھ تا ۵۹۳ھ بمطابق ۱۱۸۵ء تا ۱۱۹۹ء) نے بغداد کے ہارون رشید اور قرطبہ کے عبدالرحمان ناصر کی طرح شہروں کو خوبصورت عمارتوں سے مزین کیا جو عمارات آج تک موجود ہیں' ان کے آثار اس امر کی واضح نشاندہی کرتے ہیں کہ اس وقت کا سپینی فن تعمیر کس درجہ پر فائز تھا۔ اس کے دور میں جامع مسجد اشبیلیہ کا وہ مینار جو اس کے والد ابو یعقوب یوسف (وفات ۱۱۸۵ء) نے شروع کیا تھا مکمل کیا۔ اس مینار کی آخری بلندی پر جو کہ تیس ہزار فٹ[۳۰] تھی پر ایک رصدگاہ بنوائی جو کہ خوبصورتی کے لئے بھی مشہور تھی اس کہ علاوہ عوامی شفاخانے' عوامی درسگاہیں' مساجد اور سرکاری دفاتر تعمیر ہوئیں۔

خاندان بنو نصر آف غرناطہ (۶۳۹ھ تا ۸۹۸ھ بمطابق ۱۲۳۲ء تا ۱۴۹۲ء) کی ایک وجہ شہرت[۳۱] ان کا فن تعمیر بھی ہے' اس دور میں یوں تو بہت سی تعمیرات ہوئیں لیکن اس دور میں الحمراء کی شاندار جامع مسجد اور ایک حمام جو محمد سوئم (۷۰۱ھ تا ۷۰۸ھ) کے دور میں تعمیر ہوئے بڑی شہرت رکھتے ہیں۔ ابو الحجاج یوسف (۷۳۵ھ تا ۷۵۴ھ بمطابق ۱۳۳۳ء تا ۱۳۵۴ء) کا دور فن تعمیر کے حوالے سے قابل ذکر ہے۔

اس نے قصر الحمراء (جس کا ذکر اگلے صفحات میں آئے گا) میں خاصا اضافہ کیا۔ الحمراء کا باب الشریع اسی دور کا اضافہ ہے۔ شہر غرناطہ کے لئے "سرنوادا" کے پہاڑوں سے بڑے بڑے نلکوں کے ذریعے پانی پہنچایا۔ پانی کا ذخیرہ کرنے کے لئے نہایت خوبصورت پائیدار اور علوم ہندسہ اور جیومیٹری کے مطابق خوبصورت اور رنگ دار سنگ مرمر کی ٹینکیاں بنوائیں۔ ہر بارہ مسلم گھرانوں کے لئے ایک مسجد اور مدرسہ تعمیر کرایا۔ نیز اس سے ملحقہ ایک یتیم خانہ اور خیرات گھر بھی ہوتا تھا۔ اسی نے مشہور زمانہ مدرسہ غرناطہ ۱۳۴۹ء میں بنوایا' جس میں تمام علوم باطنیہ اور علوم ظاہریہ کی تعلیم دی جاتی تھی۔ مشہور زمانہ سائنسدان اور ماہر علم نباتات ابن بیطار اسی مدرسہ سے منسلک تھا۔

قصر الحمرا خاندان بنو نصر آف غرناطہ کا ہی نہیں بلکہ پورے سپین کے مسلم فن تعمیر کی تعمیری

تجربات کا نچوڑ ہے۔ اس کی بنیاد بنو نصر کے بانی محمد اول الغالب کے ۶۴۶ھ بمطابق ۱۲۴۸ء میں رکھی لیکن تکمیل ابوالحجاج یوسف اور اس کے جانشین محمد خامس (۷۵۵ھ تا ۷۶۰ھ بمطابق ۱۳۵۴ء تا ۱۳۵۹ء دور اول) (دور آخر ۷۶۳ھ تا ۷۹۳ھ بمطابق ۱۳۶۲ء تا ۱۳۹۱ء) نے کی اس قصر میں چمکدار سنالی کی پچی کاری دکھائی دیتی ہے۔ محرابوں کے پیچ و خم قابل دید ہیں۔ محرابوں کے بالائی نیم قوسی حصوں میں خوبصورت جالیاں بنی ہوئی ہیں جو اس کو مسلم سپین کی بقیہ عمارتوں سے ممتاز کرتی ہیں۔ مثلاً" قرامید کا کام بہت عمدہ ہے۔ یہ کہا جائے تو بے جا نہ ہو گا کہ قصر الحمرا سلطنت غرناطہ کی عظمت کا نشان ہے۔ اپنے بادشاہوں کا غرور لئے ہوئے ایک عجوبہ عالم ہے۔ جس قوم کی یہ یادگار ہے وہ اس پر جتنا بھی غرور کرے کم ہے۔

کسی بھی عمدہ فن تعمیر میں پائیداری، جدت، خوبصورتی و رعنائی، ہیت و نزاکت اور اصول حفظان صحت کا ملحوظ رکھا جانا لازمی ہے۔ سپین کا فن تعمیر ان تمام خصوصیات سے مزین تھا۔ البتہ دور ولایت کے فن تعمیر کے بارے میں کوئی قابل ذکر آثار ملتے ہیں اور نہ ہی مورخین نے ان پر تفصیلی روشنی ڈالی ہے۔ البتہ واقعات کے حوالے سے جو نتائج اخذ کئے جا سکتے ہیں وہ یہ ہیں کہ اس عرصہ میں فن تعمیر کی طرف کوئی ایسی توجہ نہیں دی گئی جو فن تعمیر کا پیش خیمہ بنتا، کیونکہ اس دور میں

(۱) اسپین کی حیثیت ایک صوبے کی سی رہ گئی تھی جس کے والی آزاد اور خود مختار نہیں تھے۔

(۲) صرف ۴۴ سال کے عرصے میں ۲۲ والی مقرر ہوئے ان ۲۲ والیوں میں عقبہ بن حجاج سلولی (۷۳۴ء تا ۷۳۹ء) پانچ سال ابو الخطار جسام بن ضرار کلبی (۷۴۳ء تا ۷۴۷ء) چار سال اور یوسف بن عبدالرحمان الفہری (۷۴۷ء تا ۷۵۶ء) ۹ سال حکمران رہے گویا تین والوں کی مدت ۱۸ سال ہوئی اس طرح بقیہ ۲۶ سال میں ۱۹ والی رہے۔

(۳) مندرجہ بالا کیفیت اس امر کی غمازی کرتی ہے کہ ان ایام میں معاشرتی بے چینی، سیاسی طوائف الملوکی اور باہمی جنگ و جدل حاوی رہا اور ان حالات میں کوئی بھی معاشرہ فنون میں ترقی نہیں کر سکتا۔

(۴) اگرچہ دمشق کے اموی خلیفہ جامع مسجد دمشق، شاہی محلات اور باغ رصاف کے مالک تھے، لیکن مسلم فن تعمیر کا یہ ارتقا اسپین میں ابھی مفقود تھا، البتہ ضرورت کے مطابق مذکورہ بالا عمارتوں

کو تعمیر کیا گیا تو اتنا ضرور ہوا کہ حکمرانوں کی صحرائی فطرت اور مذہبی رجحانات کے پیش نظر ان عمارتوں میں وسعت اور بلندی ضرور نمایاں ہوتی لیکن طرز تعمیر مقامی ہی اختیار کیا گیا تھا اس کی ایک وجہ تو یہ تھی کہ مسلمان فاتحین کے ساتھ صناع اور کاریگر نہیں آئے تھے۔ اس لئے مقامی ذرائع پر ان کو انحصار کرنا پڑا۔ دوسری اہم بات یہ تھی کہ عرب کے صحرا نشینوں کی وجہ زیادہ تر شمشیر و سناں تک محدود تھی اور وہ فنون لطیفہ کی طرف پوری طرح متوجہ نہیں ہوئے تھے۔ لیکن دور موالی کے بعد اسپین پر عبدالرحمان الداخل سے نئے دور کا آغاز ہوا تو اس وقت تک بنو امیہ ایک نہایت ترقی پذیر فن تعمیر کے مالک تھے۔ دمشق کی جامع مسجد خلیفہ کے شاہی محلات اور باغ رصاف جیسی تفریح گاہیں ان کا ورثہ تھیں۔ چنانچہ اگر یوں کہا جائے تو بے جا نہ ہو گا کہ اسپین میں امویوں نے فن تعمیر کی ابتدا وہاں سے کی جہاں دمشق میں اس کی انتہا ہوئی تھی۔ سپین میں مسلم فن تعمیر کا آغاز مسجد قرطبہ (۷۸۶ء) سے ہوا' اور پندرہویں صدی کے نصف آخر میں قصر الحمرا آف غرناطہ میں اپنے بام عروج تک پہنچا۔ ان آٹھ صدیوں کے دوران ہر مقام پر اس نے ارتقائی مدارج طے کئے۔ اس فن تعمیر کا جائزہ لینے کے بعد یہ امر واضح ہوتا ہے کہ عمارات کی پائیداری کے لئے انہوں نے چونے مٹی اور پتھر کے مرکب مصالحہ کا استعمال کثرت سے کیا۔ اس مسالے کی یہ خاصیت تھی کہ جس قدر پرانا ہوتا جاتا تھا مضبوط سے مضبوط تر ہوتا جاتا تھا۔ یہ مسالہ سپین میں مسلم فن تعمیر کا جزو لا ینفک تھا۔

جننتہ المعارف الغرناطہ اس مصالحہ سے تعمیر ہوئی اس کے علاوہ مسجد قرطبہ' وادی الکبیر کا پل اور مسجد محمد بن عبدالرحمان دوئم بھی اسی مصالحہ سے تعمیر ہوئی۔

دوسری ترکیب یہ استعمال کی گئی کہ مرکب مصالحہ کا استعمال کم کرنے کے لئے بڑی بڑی اینٹیں استعمال کی گئیں' لیکن ان میں مضبوطی پیدا کرنے کے لئے ان اینٹوں کو ایک جانب سے کھودا جاتا تھا تاکہ زیادہ سے زیادہ مقدار میں مصالحہ سرایت کر جائے۔ نیز بعض صورتوں میں پوری دیوار ہی پتھر کی بنائی جاتی تھی۔ مسجد قرطبہ میں یہ تینوں تراکیب استعمال کی گئی ہیں۔

عمارات کی مضبوطی کا انحصار اس کی بنیادوں اور چوڑی دیواروں پر بھی ہوتا ہے۔ اہل سپین نے ہمیشہ اس امر کا خصوصی خیال رکھا کہ دیواریں چوڑی اور بنیادیں گہری ہوں' جس کا آغاز مسجد قرطبہ سے ہی ہوا اور بعد ازاں اس تعمیر کا امتیازی نشان بن گیا۔ نیز عمارتوں کی مضبوطی کے لئے پشتوں اور برج کا

استعمال کیا گیا، خاص طور پر جو دیواریں جنگی مقاصد کے لئے بنائی جاتی تھیں ان میں مضبوط مورچوں کا بھی اضافہ ہو جاتا تھا، نیز محرابوں کا استعمال بھی کثرت سے نظر آتا ہے، جو اگرچہ زمانہ قدیم سے ہی مستعمل ہے لیکن مسلمانوں نے اس دور میں علوم ہندسہ و جیومیٹری کے علم میں مہارت کی بنا پر نئی طرحیں ڈالیں۔[۳۲]

ایک اور خاصیت جو اسی دور کی عمارات میں نظر آتی ہے وہ ان کی وسعت، کشادگی اور بلندی ہے۔ جامع مسجد قرطبہ اپنے عہد کی نہایت وسیع و عریض اور بلند و بالا عمارت تھی، جس کا طول مشرق سے مغرب تک تقریباً" پانچ سو فٹ تھا اور عرض ۲۵۰ فٹ۔ اس کے صرف جنوب میں ۱۹ دروازے تھے۔ اس کی خوشنما محرابوں کی تعداد ۱۴۱۷ تھی، جبکہ ۱۰۹۳ ستون تھے۔ اس میں ۴۷۰۰ قندیلیں روشن رہتی تھیں۔ اس کا مینارہ ۱۰۸ فٹ بلند تھا، جس کے اوپر کے انتہائی رقبہ کی لمبائی ۷۳ ہاتھ جبکہ چوڑائی ۱۸ مربع ہاتھ تھی۔ یہ مینارہ اس افریقی طرز کی نمائندگی کرتا ہے جو کہ شامی طرز تعمیر سے مشتق ہے۔ مسجد کے صحن میں گیارہ صفیں تھیں۔ درمیانی صف کی چوڑائی ۱۶ ہاتھ تھی۔ مشرقی و مغربی اردگرد کی چار صفوں کی چوڑائی چودہ ہاتھ اور باقی چھ صفوں کی چوڑائی گیارہ ہاتھ تھی۔ حاجب المنصور نے مسجد میں آٹھ صفوں کا اور بھی اضافہ کیا۔ مسجد کی کشادگی اس پہلو سے بھی اجاگر ہوتی ہے کہ مسجد میں محتاجوں اور مساکین کے لئے حجرے بنائے گئے۔

کشادگی اور وسعت کے لحاظ سے قصر کبیر بھی قابل ذکر ہے جس میں کم از کم سات محلات[۳۳] کا ذکر تو تاریخوں میں ملتا ہے۔ اسی طرح قرطبہ کے وادی الکبیر کا پل بھی نہایت وسیع و عریض تھا جو سترہ محرابوں پر مشتمل تھا۔ عبدالرحمان سوئم کے قصر الزہرہ میں چار ہزار ستون تھے۔ ہر ستون کی لمبائی دو ہزار سات سو اور چوڑائی پانچ سو ہاتھ تھی۔ اس کی دیواروں میں پندرہ ہزار دروازے تھے۔ غرضیکہ حاجب المنصور کے قصر الزہرہ کے محلات سرکاری دفاتر اور دیگر عمارات اپنی وسعت اور کشادگی[۳۴] میں مشہور تھیں۔ باغ رصافہ کی چھت کو دیکھ کر آنکھیں خیرہ ہوتی تھیں۔

مسلم فن تعمیر کا ایک نہایت قابل ذکر پہلو اس کی خوبصورتی و رعنائی ہے۔ ہشام اول کی تعمیر کردہ اربونہ کی فصیل اور باب الجنا سے متصل مسجد خوبصورتی اور رعنائی کا دلکش نمونہ تھی۔ قصر الکبیر اپنی خوبصورتی میں اپنی مثال آپ تھا۔ ان محلات میں کثرت سے نہریں، آبشاریں، فوارے اور تالاب تھے۔

عبدالرحمان سوئم نے پانی کی ترسیل کے لئے ایک ٹینکی بنوائی تھی جس کی تعمیر میں جس اعلیٰ جمالیاتی ذوق کا مظاہرہ کیا گیا تھا وہ سپینی فن تعمیر کا ہی خاصہ تھا۔[۳۵] قرطبہ کا پل اس قدر خوبصورت تھا کہ پل پر سے گذرتے ہوئے ایسے لگتا تھا کہ آدمی تخیل کی دنیا میں آن پہنچا ہو۔[۳۶] قصر الزہرہ کی نہروں، چشموں اور تالابوں میں ہزاروں رنگ کی مچھلیاں تیرتی تھیں۔ ان حوضوں کی تعمیر میں اس قدر اعلیٰ ذوق کا مظاہرہ کیا گیا کہ اس سے قبل اس کی مثال نہیں ملتی۔ سنگ رخام کے مختلف رنگوں کے حوض تھے جن میں بعض پر سونا چڑھا ہوا تھا، اور بعض پر انسانوں اور جانوروں کی تصویریں کندہ تھیں۔ ان تصویروں میں گدھ، کبوتر، شاہین، طاؤس اور مرغ کی تصویریں خالص سونے کی تھیں، جن کے منہ سے پانی کے فوارے جاری ہوتے تھے۔[۳۷] شاہی محل کا ایک کمرہ جو ملاقاتوں کے لئے مخصوص تھا، سپین کے مسلم صناعوں کی عرق ریزی کا ایک ایسا مظہر تھا جو نادر الوجود تھا۔ یہ کمرہ جواہرات سے مرصع تھا اور سونے سے بنا ہوا تھا۔[۳۸] عبدالرحمان سوئم نے مسجد کی خوبصورتی میں بھی اضافہ کیا محراب کے قریب ایک بلند منبر خالص ہاتھی دانت اور ۳۶ ہزار مختلف قسم کے ٹکڑوں سے بنا ہوا تھا نیز اس کو جواہرات سے مرصع کیا گیا تھا اس دور میں مسجد کی تعمیر پر دو لاکھ اکسٹھ ہزار پانچ سو تیس دینار سرخ خرچ ہوئے۔ الغرض اس دور میں مسجد اپنے ڈھانچے کے لحاظ سے بہت زیادہ پر شکوہ تھی۔[۳۹]

مسجد کے کتبات اپنی جگہ اہمیت رکھتے ہیں ان کا رسم الخط دلکش اور باوقار ہے۔ کندہ کاری اور گل کاری دونوں کا تعلق صرف اور صرف اسلامی فن تعمیر سے ہے اور اس مسجد میں یہ فن اپنے بام عروج پر ہے۔ حاجب المنصور کے زمانے میں مسجد کی خوبصورتی اپنی انتہائی بلندی پر تھی کیونکہ امویوں کے فن تعمیر نے ۲۳۰ سال میں جتنی بھی ترقی کی تھی اس کی بہترین یادگار یہی مسجد تھی۔ حاجب المنصور نے قصر الزاہرہ میں سپین کے مہندسوں کی وساطت سے اپنی تخیل کو عملی جامہ پہنایا اور ایسی ہنرمندی دکھائی کہ جو بے مثل ہے۔[۴۰]

قصر مامون جس کا ذکر گذشتہ صفحات میں کیا گیا ہے، وہ اپنے وقت کا حسین ترین قصر تھا جس کی تعمیر پر بے شمار دینار خرچ ہوئے اور جس کی آرائش و زیبائش کے لئے کوئی کسر نہ اٹھا رکھی گئی تھی۔ اسی طرح طلیطلہ کے گرد بنی ہوئی فصیل، بسکہ کا دروازہ اور باب الشمس اپنی مہارت خوبصورتی اور رعنائی میں بے مثل تھا۔[۴۱] اسی طرح مینار اشبیلیہ صناعان سپین کے تخیل کی کرشمہ سازی کا اصل سبب

اس کے بے مثل نقش و نگار تھے۔ اس کی آرائش و زیبائش محیر العقول اور دیدہ زیب تھی۔

قصر الحمرا کی خوبصورتی، رعنائی، نزاکت، وقار اور ہیبت کو لفظوں میں بیان کرنا ناممکن ہے۔ جس طرح مسجد قرطبہ، باغ رصافہ اور وادی الکبیر کا پل صدیوں کی کاوشوں کا شاہکار تھے، اسی طرح الحمرا بھی کم و بیش سو اور سوا سو سال تک سجتا اور سنورتا رہا، حتیٰ کہ وہ روئے زمین پر بہشت کا ایک حصہ معلوم ہونے لگا۔[۴۲] کیونکہ اس عرصہ میں ریاست غرناطہ کے ذرائع اس کے حکمرانوں کی تمام تر توجہ اس کے صناعوں کی صلاحیتیں اور ماہرین علوم ہندسہ اور الجبرا اور جیومیٹری کی قابلیتیں صرف ہوتی رہیں۔

سپین کے فن تعمیر کی ایک اور نمایاں خاصیت جدت پسندی ہے۔ ان کی عمارات کا ڈھب یا ترتیب و انداز اندلس کی قوطی و رومی عمارات سے اکثر و بیشتر مختلف تھا بلا شبہ وہ ابتدا ہی سے مختلف نہ تھا اور نہ ہی عمارات مکمل طور پر مقامی اثرات سے خالی تھیں۔ مثلاً" تسعلہ کے بنی ہود کے فن تعمیر میں مسجدوں (جیسا کہ گذشتہ صفحات کا میں ذکر کیا گیا ہے) پر عیسائی اثرات تھے اسی طرح قرطبہ اور اشبیلیہ کی مساجد کے میناروں میں مجوسی طرز تعمیر اختیار کیا گیا، لیکن جلد ہی عرب مسلمانوں نے ان میں نئی ایجادیں کیں۔ کہیں ستونوں کے پیندوں میں اضافہ کیا کہیں اوپر کے حصوں کو بدل ڈالا۔ کہیں محرابوں کو پھیلا دیا۔ کہیں محرابوں کو بالکل ہی مختلف شکل دے دی، جس سے قوس میں ندرت اور حسن پیدا ہو گیا۔ ایسی ہی ایک محراب، محراب سپینی کہلائی، جس میں قوس کے نیچے کا حصہ مڑتا جاتا ہے اور اس فن تعمیر کی عمارات میں بکثرت پائی جاتی ہے۔ اس طرح انہوں نے گنبد کو بھی انفرادیت اور جدت بخشی، ماہرین فن تعمیر اس امر پر متفق ہیں کہ عربوں کی ذکاوت اور صناعی اور کسی چیز سے اس قدر نہیں معلوم ہوتی جیسی ان گنبدوں کی انفرادیت سے ہوتی ہے۔

اسکاٹ لکھتا ہے کہ عربوں نے نقالی نہیں کی ان کو رومی عمارات پسند آئیں لیکن اس کے باوجود انہوں نے ایسی تعمیرات کیں جو ان عظیم الشان عمارات کا مقابلہ کر سکتی ہیں۔[۴۳] خوبصورتی کے لئے طاقوں میں قلمی آرائش خاص طور پر عربوں کی ایجاد ہے، کیونکہ اس وقت تک کسی اور قوم کی تعمیر میں یہ آرائش نہیں پائی جاتی تھی۔ ۱۲ ویں صدی عیسوی میں یہ آرائش کل اسلامی ممالک میں پھیل گئی۔ اس طرح کہا جا سکتا ہے کہ اس فن تعمیر نے یورپ پر ہی نہیں بلکہ تمام افریقہ اور ایشیا کے ممالک پر اثر ڈالا۔ کیونکہ اہلیان فرانس نے ۱۱ ویں صدی عیسوی میں یہی فن تعمیر اختیار کر لیا تھا۔ حتیٰ کہ انہوں

نے اپنی عبادت گاہیں اسی نمونے پر تعمیر کیں۔ ۱۱۷۸ء میں شہر "باگ آرنڈ" کے کلیسا کے کنگروں کا فن آرائش عربی ہے۔ اسی طرح "پیارس" کا مشہور کلیسا نو ترِوام اور طلیطلہ کے کلیسا کا فن تعمیر سپینی[۴۴] ہے۔ یہ اثر یہیں تک محدود نہیں رہا۔ عربی میں لکھے گئے کتبات میں قرآنی آیات اور کلمہ طیبہ اس خوبصورت انداز میں تحریر کیا جاتا کہ طرح طرح کے بیل بوٹے بن جاتے۔ اس میں خوبصورتی اور جاذب نظر رنگوں کی آمیزش ان کے حسن کو اس طرح دوبالا کرتی ہے کہ عربی سے ناواقف شخص ان کو محض آرائشی بیل بوٹے سمجھتے۔ یہ جاذب نظر اور خوش رنگ گلکاریاں مسجد غرناطہ' باغ رصافہ' وادئی الکبیر کا پل' قصر الزہرہ' قصر الزاہرا' قصر اشبیلیہ' قصر مامون' مینار اشبیلیہ اور قصر الحمرا میں نظر آتا ہے۔ یہ فن امراء کے محلات سے ہوتا ہوا عوام الناس کی رہائش گاہوں تک جا پہنچا حتیٰ کہ مقدسین یورپ نے مسلمانوں کے زوال کے بعد انجانے میں اپنی عبادت گاہوں میں ان کو آویزاں کر دیا سکاٹ نے اس کی مثال بھی دی ہے کہ سینٹ پیٹر کے سب سے بڑے گرجا کے سب سے بڑے دروازے پر جو بیل بوٹے بنے ہوئے ہیں ان میں کلمہ طیبہ بھی ہے اور قرآنی آیات بھی[۴۵] اس کی مزید تفصیل گستاولی نے دی ہے۔ انہوں نے کئی مصنفین مثلاً" موسولانگ' پیریئز اور وسیولادوا کا حوالہ دیا ہے جنہوں نے یہ کتبے عیسائی عبادت گاہوں میں دیکھے ہیں۔ گستاولی مزید لکھتے ہیں کہ کلیسا مذکورہ میں حضرت عیسیٰ کے سر کے گرد عربی حروفوں کا ہالہ ہے اور سینٹ پیٹر اور سینٹ پال کے کپڑوں پر ایک ایک عربی لائن لکھی ہے۔[۴۶]

صدیوں پر پھیلے ہوئے فن تعمیر کے تجزیاتی مطالعہ کے بعد یہ بات بلا خوف و تردید کہی جا سکتی ہے کہ سپین میں مسلمانوں نے اگرچہ عیسائی اثرات کو قبول کیا لیکن کورانہ تقلید کی بجائے انہوں نے ایک منفرد اور جداگانہ انداز اور بالکل اچھوتا طرز تعمیر اختیار کیا۔ ایک ایسا طرز تعمیر جس میں بیک وقت رومی' قوطی' نصرانی' ہسپانوی' صیہونی' عربی' افریقی' مصری اور مراکشی فن تعمیر نظر آتا ہے اور ان فنون کے یکجا ہونے پر جو فن تعمیر سامنے آتا ہے اس کو ہم مسلم سپینی فن تعمیر کہہ سکتے ہیں جس کے اثرات آج بھی نمایاں ہیں۔

حوالہ جات

۱۔ خلافت راشدہ کے اختتام سے موجودہ دور تک عالم اسلام کے وہ واحد حکمران تھے جنہوں نے اسلامی نظام کا احیاء کر کے یہ ثابت کر دیا کہ اسلام کا نظام ہر زمانے میں نافذالعمل ہونے کی صلاحیت رکھتا ہے (تفصیل کے لئے دیکھئے، شاہ معین الدین ندوی، تاریخ اسلام)

۲۔ اکبر شاہ خان، تاریخ اسلام، جلد دوم، کراچی، (س.ن)، ۱۴۵- ۱۵۳

۳۔ عمادالدین ابن کثیر، البدائیہ و النھائیہ مترجم عبدالرشید ندوی تاریخ ابن کثیر، کراچی، ۱۹۸۸، ۱۵۵- مزید دیکھئے سعید احمد اکبر آبادی مسلمانوں کا عروج و زوال، لاہور، ۱۹۸۳ء، ۱۶۶-۱۶۷ علامہ مقری نفح الطیب، جلد اول

۴۔ اکبر شاہ خان بحوالہ سابقہ جلد سوئم ص ۲۰ مزید دیکھئے ابن کثیر بحوالہ سابقہ، ۱۵۵

۵۔ اکبر شاہ خان بحوالہ سابقہ

۶۔ والیوں کے نام درج ذیل ہیں:-

(۱) عبدالعزیز بن موسیٰ (۷۱۳ء تا ۷۱۵ء) (۲) ایوب بن جیب (۹۷ھ) (۳) حرمین عبدالرحمان ثقفی (۷۱۶ء تا ۷۱۸ء) (۴) سمع بن مالک خولانی (۷۱۸ء تا ۷۲۱ء) (۵) عبدالرحمان بن عبداللہ غافقی (۷۲۱ء) (۶) عنبہ بن سہیم کلبی (۷۲۱ء تا ۷۲۵ء) (۷) عذر بن عبداللہ فہری (۷۲۵ء) (۸) یحییٰ بن مسلمہ کلبی (۷۲۵ء) (۹) عثمان بن علی عبدہ (۷۲۶ء) (۱۰) عثمان بن ابی تفسہ خشفی (۷۲۷ء) (۱۱) حذیفہ بن احوص سیتی (۷۲۸ء) (۱۲) ہیتم بن عبیہ کلابی ۷۲۴ء تا ۷۳۰ء) (۱۳) محمد بن عبداللہ اشجعی (۷۲۹ء) (۱۴) عبدالرحمان بن عبداللہ نمافقی (۷۳۰ء تا ۷۳۲ء) (۱۵) عبدالمالک بن قطن الفہری (۷۳۳ء تا ۷۳۴ء) (۱۶) عقبہ بن حجاج سلولی (۷۳۴ء تا ۷۳۹ء) (۱۷) عبدالمالک بن قطن فہری (۷۳۹ء تا ۷۴۲ء) (۱۸) یلبج بن بشیر قیسری (۷۴۱ء تا ۷۴۳ء) (۱۹) ثعلبہ بن سلامہ (۷۴۳ء) (۲۰) ابو الحطار حسام بن ضرار کلبی (۷۴۳ء تا ۷۴۶ء) (۲۱) ثوابہ بن سلمہ حدانی (۷۴۶ء تا ۷۴۷ء) (۲۲) یوسف بن عبدالرحمان الفہری (۷۴۶ء تا ۷۵۶ء)۔ اکبر شاہ خان تاریخ اسلام حصہ سوئم، کراچی ۱۹۸۲ء، ۳۰-۴۸

۷۔ تفصیل مزید دیکھئے، آئی ایچ برنی، بحوالہ سابقہ، ۱۱۹-۱۳۰

۸۔ عباسی تحریک کی ابتدا نوعیت اور کامیابی کے اسباب کے لئے دیکھئے۔ حسن ابراہیم مسلمانوں کی سیاسی تاریخ' جلد دوئم' لاہور' ۱۹۵۹ء ۱۸۔۳۳
مزید دیکھئے۔ ابن جریر طبری مترجم محمد ابراہیم تاریخ طبری' حصہ ششم' کراچی' ۱۹۶۷ء' ۴۶۳۔۴۸۴ھ
مزید دیکھئے۔ امیر علی' (مترجم انشاء اللہ) تاریخ اسلام' لاہور' ۱۹۲۱ء' ۱۴۶۔۱۴۷

۹۔ تفصیل کے لئے دیکھئے اکبر شاہ خان بحوالہ سابقہ' ۵۰۔۵۶ و امیر علی بحوالہ سابقہ' ۲۴۵۔۲۴۶
لین پول (مترجم غلام جیلانی برق) فرمانروایان اسلام لاہور' ۱۹۶۸ء ۳۹۔۴۰
تھامس آر نلڈ دعوت اسلام (ترجمہ) کراچی' (س۔ن)' ۱۳۰

۱۰۔ ایضاً

۱۱۔ اکبر شاہ خان' بحوالہ سابقہ' ۶۴۔۶۵

۱۲۔ ایضاً

۱۳۔ رائن ہارٹ ڈوزی' (مترجم عنایت اللہ) عبرت نامہ اندلس' لاہور' (س۔ن)' ۲۲۹

۱۴۔ ابن خلدون' بحوالہ سابقہ' ۲۷۸' مزید دیکھئے امیر علی بحوالہ سابقہ' ۳۷۳

۱۵۔ ایضاً' مزید دیکھئے' ابن کثیر تاریخ کامل' جلد نمبر ا' مصر' (س۔ن)' ۶۰' مزید دیکھئے احمد بن محمد ابو العباس المعروف المقری' بحوالہ سابقہ' ۲۱۶

۱۶۔ تفصیل کے لئے دیکھئے' سٹینلے لین پول مترجم حامد علی صدیقی مسلمان اندلس میں' کراچی' (س۔ن)' ۱۱۶۔۱۱۸ مزید دیکھئے سید امیر علی بحوالہ' ۳۶۱

۱۷۔ آئی۔ ایچ برنی' بحوالہ سابقہ' ۲۱۷

۱۸۔ لین پول' بحوالہ سابقہ' ۷۸

۱۹۔ ابن القوطیہ' افتتاح الاندلس' انگریزی ترجمہ مصر' (س۔ن)' ۴۳۔۶۵

۲۰۔ تفصیل کے لئے دیکھئے انوریہ محمد لسان الدین ابن الخطیب مترجم احمداللہ' تاریخ غرناطہ حصہ اول' کراچی' ۱۹۶۳ء' ۲۴' مزید دیکھئے امیر علی بحوالہ سابقہ' ۳۵۹۔۳۶۰

۲۱۔ ڈوزی، بحوالہ سابقہ، جلد دوئم، ۴۲۴۔۴۲۵

۲۲۔ ابن خلدون، بحوالہ سابقہ، ۳۱۵۔۳۱۷، مزید دیکھئے شاہ اکبر خان عبرت، (ماہ نامہ) اردو، (م۔ن) جلد ۵، ۳

۲۳۔ سید امیر علی، Short History of Saracens، لندن، ۱۹۶۱، ۵۱۷ و رشید اختر ندوی تہذیب تمدن اسلامی، حصہ دوئم، لاہور، ۱۹۵۲ء، ۵۵۸ و لین پول، Moors in Spain، (م۔ن)، (س۔ن)، ۱۵۲

۲۴۔ ذو القدر جنگ، خلافت اندلس، حیدر آباد دکن، اشاعت ثانی، ۳۶۹

۲۵۔ تفصیل کے لئے دیکھئے، ابن خلدون بحوالہ سابقہ، ۳۲۹۔۳۳۳

۲۶۔ ذوالقدر جنگ، بحوالہ سابقہ، ۳۷۰

۲۷۔ ارنسٹ کونیل (مترجم کیتھرائن ویسٹ) Islamic Art of Architecture، لندن، ۱۹۶۶ء، ۱۲۶

۲۸۔ بڑی بڑی ریاستیں جو اس وقت وجود میں آئیں وہ حسب ذیل تھیں:۔

(۱) بنو حمود صالقہ اور الخضرا حکمران (۴۰۰ھ تا ۴۴۸ھ بمطابق ۱۰۱۲ء تا ۱۰۵۹ء) (۲) بنو زیری بربر حکمران غرناطہ (۴۰۲ھ تا ۴۸۳ھ بمطابق ۱۰۱۲ء تا ۱۰۹۰ء) (۳) بنی افطس بربر حکمران بطلیوس (۴۸۸ھ بمطابق ۱۰۹۵ء اختتام حکومت)

(۴) بنی ھود عرب حکمران سر قسطہ (۴۰۰ھ تا ۵۰۸ھ بمطابق ۱۰۱۰ء تا ۱۱۲۶ء) (۵) بنو ذوالنون بربر حکمران طلیطلہ (۴۲۷ھ تا ۴۷۷ھ بمطابق ۱۰۳۵ء تا ۱۰۸۵ء) (۶) بنو عباد عرب حکمران اشبیلیہ ۴۱۴ھ تا ۴۸۴ھ بمطابق ۱۰۲۳ء تا ۱۰۹۱ء) (۷) صقبالہ حکمران جنوب مشرقی سپین۔ جزائر مشرق اندلس (۴۰۴ھ تا ۵۰۹ھ بمطابق ۱۰۱۳ء تا ۱۱۱۰ء) (۸) مرابطین حکمران مسلم سپین و افریقہ (۴۸۰ھ تا ۵۴۰ھ بمطابق ۱۰۸۶ء تا ۱۱۴۵ء) (۹) مواحدین حکمران مسلم سپین و افریقہ (۵۴۰ھ تا ۶۰۶ھ بمطابق ۱۱۴۵ء تا ۱۲۰۰ء) (۱۰) بنو نصر، عرب حکمران غرناطہ ۶۲۹ھ تا ۸۹۸ھ بمطابق ۱۲۳۲ء تا ۱۴۹۲ء)۔ آئی ایچ برنی، بحوالہ سابقہ، ۳۴۵۔۴۴۲

۲۹۔ گستاؤلی بان (مترجم سید علی بلگرامی) تمدن عرب، لاہور، (س۔ن)، ۴۲۰

۳۰۔ آئی ایچ برنی، بحوالہ سابقہ، ۵۱۰۔۵۱۱

۳۱۔ بنو نصر آف غرناطہ نے ۲۶۰ سال مسلمان اندلس کو تحفظ اور وقار بخشا۔ اس کے حکمرانوں نے عیسائیوں کے بڑھتے ہوئے سیلاب کے سامنے اس وقت بند باندھا جب کوئی بھی قوت مسلمانوں کو سہارا دینے کے لئے تیار نہ تھی۔ حالانکہ اس دور میں ترکان عثمان کا اقتدار اپنے نصف النہار پر تھا لیکن انہوں نے بھی عیسائیوں کی مخالفت مول لینا پسند نہ کی۔ جبکہ اس خاندان کے حکمران محمد یوسف سوئم ۸۲۱ھ تا ۸۳۱ھ) محمد یوسف چہارم (۸۳۱ھ تا ۸۳۶ھ) اور محمد یوسف ششم وغیرہ نے نہایت بہادری استقامت اور اولولعزمی سے عیسائیوں کو دوسروں سے دور رکھ کر مسلم وجود کو استحکام بخشا۔ تفصیل کے لئے دیکھئے ابن خلدون (مترجم محمد خلیل الرحمان) تاریخ ابن خلدون حصہ پنجم امیران اندلس اور خلفائے مصر کراچی ۱۹۶۶ء و آئی ایچ برنی بحوالہ سابقہ و سید امیر علی بحوالہ سابقہ

۳۲۔ شیخ احمد' Muslim Architectures' کراچی' (س۔ن)' ۱۱۶۔۱۱۸ مزید دیکھئے' مولوی نور احمد تالیف (مترجم رحمان (مرتب) مسلمانوں کے تہذیبی کارنامے' کراچی' ۱۹۷۱ء' ۹۰ و سید امیر علی بحوالہ سابقہ' ۵۱۶

۳۳۔ محلات کے ضمن میں نام درج ذیل تھے:۔

المقابل' الروفیہ' البشوق' المبارک' قصرا لسرو اور البدیع وغیرہ

۳۴۔ گستاولی بان بحوالہ سابقہ' ۴۱۸ مزید دیکھئے سید امیر علی بحوالہ سابقہ' ۵۱۷ و ذوالقدر جنگ بحوالہ سابقہ' ۱۶۷ و اکبر شاہ خان عبرت' بحوالہ سابقہ

۳۵۔ رشید اختر ندوی' بحوالہ سابقہ' ۵۶۵ مزید دیکھئے امیر علی بحوالہ سابقہ' ۵۱۶

۳۶۔ لین پول' بحوالہ سابقہ' ۸۲ مزید دیکھئے رشید اختر ندوی' بحوالہ سابقہ' ۵۷۰

۳۷۔ مقری بحوالہ سابقہ' ۲۴۸ مزید دیکھئے سید امیر علی بحوالہ سابقہ' ۵۱۷

۳۸۔ ایضاً' مزید دیکھئے۔ رائن ہارٹ ڈوزی' بحوالہ سابقہ' ۷۲۴۔۷۲۵

۳۹۔ ذوالقدر جنگ' بحوالہ سابقہ' ۱۶۶ مزید دیکھئے سید امیر علی بحوالہ سابقہ' ۵۱۷ و رشید اختر ندوی' بحوالہ سابقہ' ۵۵۸

۴۰۔ ذوالقدر جنگ' بحوالہ سابقہ' ص ۲۱۷ تا ۲۱۸' مزید دیکھئے رشید اختر ندوی بحوالہ سابقہ'

۵۶۸-۵۰۹

۴۱۔ گستاولی، بحوالہ سابقہ، ۴۲۰ مزید دیکھئے، سید امیر علی بحوالہ سابقہ، ۵۶۷

۴۲۔ گستاولی، بحوالہ سابقہ، ۴۳۰

۴۳۔ رشید اختر ندوی، بحوالہ سابقہ، ۵۶۲

۴۴۔ تاریخ ہسپانیہ بحوالہ سابقہ، ص ۵۰۱

۴۵۔ اسکاٹ، بحوالہ رشید اختر ندوی، بحوالہ سابقہ، ۵۷۵

۴۶۔ گستاولی، بحوالہ سابقہ، ۶۷۳ مزید دیکھئے نصیر احمد ناصر، بحوالہ سابقہ، ۵۰۱